جلد 21 شمارہ 4 ماہ اپریل 2019ء شعبان 1440ھ

زادِ راہ

خصوصی شمارہ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت اللہ محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

فرمانِ الٰہی

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰ مَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَo

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ‘‘۔

(سورۃ الانفال: آیت: 45)

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

خصوصی شمارہ

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

خصوصی اشاعت ماہانہ مجلّہ ''فلاح آدمیت'' اپریل 2019ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سالانہ خطبہ

اپریل 2019ء

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ علی اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَo والسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ .**اَمَّا بَعْدُ !** فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

عزیزانِ گرامی اور برادرانِ سلسلہ! السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه **وَبر کاته!**

اللہ ربّ العزت کا بہت بڑا احسان ہے اور ہم قلب کی گہرائی سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ، جس نے ہمیں پورے ایک سال بعد یہاں اکٹھے ہونے کا موقع عطا فرمایا یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم سے اور اس کی تائید و توفیق سے ممکن ہوا ہے۔ محض اللہ کی رضا کی خاطر ایک جگہ مل بیٹھنا بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ آپ حضرات جو اس روحانی اجتماع میں تشریف لائے ہیں، اس کا مطلوب و مقصود صرف اللہ اور اس کی رضا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شرکت کو قبول فرمائے اور شرکت کو باعث خیر و برکت اور دین و دنیا دونوں اعتبار سے مفید بنائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور سعادتیں سمیٹنے کا بھرپور موقع ہے۔ یہ اجتماع منفرد مشاورتی و تربیتی نوعیت کا ہے۔ شرکاء کے قلوب کو روحانی طور پر حرارت ملتی ہے اور نیکی کا جذبہ بڑھتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت پروان چڑھتی ہے۔ نور ایمان سے اپنے دلوں کو منور کریں اور یہاں سے جذبہ ایمان اور مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ اور ولولہ تازہ لے کر واپس لوٹیں۔

برادران سلسلہ! خوشی اور غم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔اس دنیا کی ہر شخصیت خواہ کتنی ہر دل عزیز ہو بالآخر اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔آگے اور پیچھے کا فرق ضرور ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے آیا ہو۔گزشتہ سال ہمارے کچھ بھائی اور کچھ بھائیوں کے عزیز و اقارب اللہ کو پیارے ہو گئے جن میں ہمارے ظفر وال کے بزرگ بھائی رانا محمد صفدر،اور کراچی کے بزرگ بھائی منیر احمد لودھی صاحب کی اہلیہ شامل ہیں۔

آیئے! ہم سب ان مرحومین کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی غلطیوں کو معاف فرمائے اور انہیں جوارِ رحمت میں مقامات عالیہ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!

میرے پیارے بھائیو! سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پچھلے کم و بیش ساٹھ سالوں سے منعقد ہو رہے ہیں۔ان اجتماعات میں ہمارے بزرگوں یعنی بانی سلسلہؒ اور ان کے تربیت یافتہ بزرگ جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے تقریباً ہر موضوع پر بھرپور بحث کی اور ہمیں تصوف کے علم کے لحاظ سے تشنہ نہیں چھوڑا۔وقت کے ساتھ ساتھ نئے بھائی آتے رہتے ہیں اور حالات کے تقاضے بدل رہے ہیں،اس لیے تھوڑی بہت تجدیدی بحث کی ضرورت ہوتی ہے۔چنانچہ آج کی نشست میں بھی انہی بزرگوں کی باتوں کو دہرایا جائے گا تاکہ ہمیں بھولا ہوا سبق یاد آجائے۔

پیارے بھائیو! ہر سلسلۂ تصوف میں دو شعبے ہوتے ہیں جن پر چل کر سالکان خدا اپنا سلوک طے کرتے ہیں۔ان میں ایک تو عبادات کا شعبہ ہے،عبادات میں پہلا حصہ پکا مسلمان بننے کا ہے یعنی نماز،روزہ،زکوٰۃ اور حج کا شریعت کے تقاضوں کے مطابق اہتمام کرنا یعنی نماز پڑھنی ہے تو اسے حضوری والی نماز بنانے کی کوشش کرنی ہے،روزہ رکھنا ہے تو جسم کے ہر حصہ کو روزہ میں شامل کرنا ہے،زکوٰۃ کھلے دل سے بروقت صحیح جگہ ادا کرنی ہے اور اسی طرح اگر حج کرنا ہے تو شریعت کے تقاضوں کا خیال رکھنا ہے بلکہ اس سے بھی پہلے توحید کا اقرار اور یقین اور پھر اگر موقع ملے تو جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے۔

واضح رہے کہ دین اسلام میں عبادت صرف نماز، حج، روزہ اورزکوٰۃ کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا ہر وہ کام جو وہ اللہ کی رضا اور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر کرتا ہے وہ اس کے حق میں اجر وثواب کا ذریعہ بنتا ہے، یہاں تک کہ اس کا کھانا، پینا، سونا جاگنا، روزی کمانا، اپنی فطری ضروریات کو پورا کرنا اگر دین کے بتائے ہوئے طریقے پر کرے تو اس کے لئے قرب الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔

کامل مسلمان بننے کیلئے محض یہ کافی نہیں کہ ظاہری طور پر اسلامی احکام کی پابندی کی جائے، بلکہ ضروری ہے کہ اپنے فکرونظر اوردل ودماغ کو بھی اسلامی تعلیمات کی روح کے مطابق ڈھالا جائے۔ اسے چھوٹی چھوٹی اخلاقی باتوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے مثلاً کسی انسان کو دکھ، رنج، تکلیف، یا نقصان نہ پہنچانا۔ دیانت داربننا، سچابننا وقت کا پابند رہنا، وعدہ کی پابندی کرنا۔ اگران باتوں پر ایک مسلمان پورے ذوق وشوق سے عمل کرے تو جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ لیکن جولوگ کسی سلسلہ فقر میں بیعت ہوکر سلوک طے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے ہم سب تو پھراس سے گزارا نہیں ہوگا۔ ہمیں فرض نمازوں کے ساتھ نوافل بھی پڑھنے پڑیں گے۔ ہمیں نفلی روزے بھی رکھنے پڑیں گے۔ ہمیں زکوٰۃ کے ساتھ صدقات وخیرات کی طرف بھی دھیان دینا پڑے گا اور کچھ شیخ سلسلہ کی طرف سے بتائے ہوئے اذکار واوراد کا بھی پابند ہونا پڑے گا۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت والے دن لوگوں کے کم ازکم تین گروہ بنائے جائیں گے۔ ایک بائیں ہاتھ والا، دوسرا دائیں ہاتھ والا اور تیسرا آگے والا۔ بائیں والے لوگ خسارے والے ہیں۔ دائیں والے وہ لوگ ہیں جن کا میں نے ابھی اوپر ذکر کیا اچھے مسلمانوں کا جو جنت میں جائیں گے۔ یہ تیسرا گروہ، جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنا پیار اور محبت بھر دیا ہے چنانچہ یہ اپنی عبادات کے فالتو سلیبس جو شیخ نے تجویز کیا ہے، قبول کرتے ہیں اور عمل کرتے ہوئے اپنے مقصد حیات میں کامیاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

سلسلہ توحیدیہ کے تمام ممبران کو پاس انفاس ،نفی اثبات ، درود شریف ،تلاوت قرآن حکیم وغیرہ تعلیم کیا جاتا ہے ۔ پاس انفاس 24 گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی اللہ کی یاد سے غافل ،خالی نہیں چھوڑنا ۔نفی اثبات روزانہ کسی بھی رات کی نماز کے بعد کم از کم ایک تسبیح کرنا ہے ۔اب سلسلہ کی تعلیم کا اعادہ کرنا چاہوں گا ۔

1۔پاس انفاس:

پاس انفاس کے لفظی معنی ہیں سانسوں کا لحاظ رکھنا ،یعنی کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی نہ رہے ۔طریقہ اس کا یہ ہے کہ ہر سانس جو اندر جائے یا باہر آئے اس سے لفظ ''**اللّٰہ**'' اس طرح کہو کہ دل کہے اور کان سنیں ۔جلدی جلدی اللہ کہنے کے خیال سے سانس جلدی جلدی نہ لو،سانس کی لمبائی قدرتی رہے ،لفظ'' **اللّٰہ** ''کو سانس کے مطابق لمبا کر لو۔اندر جانے والے سانس کے ساتھ جو ''**اللّٰہ** '' کہا جائے وہ دل سے شروع ہو کر ام الدماغ میں ختم ہو اور باہر نکلنے والا سانس اُم الدماغ سے شروع ہو کر دل میں گھس جائے ۔اس طرح **اللّٰہ، اللّٰہ** کہتے وقت یہ محسوس کرنے کی کوشش کرو کہ **اللّٰہ** تعالیٰ تمہارے اندر، باہر، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، اردگرد کے مادے اور خلاء میں ہر جگہ موجود ہے اور خواہش پیدا کرو کہ وہ نظر آجائے ۔یہ خواہش ہی محبت الٰہی کی ابتداء ہے ۔اس خواہش کو بڑھاتے رہو۔ظاہر ہے کہ یہ ذکر صرف فرصت کے وقت میں ہو سکتا ہے، کام کاج کی مصروفیت میں نہیں ہو سکتا ۔اس لئے یہی کوشش کرو کہ فرصت کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہ رہنے پائے تم دیکھو گے کہ کچھ عرصہ بعد کام اور بات چیت کرتے وقت بلکہ سوتے میں بھی یہ ذکر خود بخود جاری رہے گا اور کوئی دقت پیش نہ آئے گی ۔

اس ذکر کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد مستقلاً دل میں بیٹھ جائے ۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ذکر پاس انفاس نہیں کرایا جاتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مستقل یاد حضور ﷺ کی صحبت سے صرف چند دن میں حاصل ہو جاتی تھی ۔

2۔نفی اثبات:

"لاَ اِلٰہ الاَّ اللّٰہ" کے ذکر کو نفی اثبات کہتے ہیں۔کیونکہ "لاَ اِلٰہ" کے معنی ہیں "کوئی معبود نہیں ہے" یہ نفی ہوئی اور "اِلاَّ اللّٰہ" کے معنی ہیں "لیکن **اللّٰہ**" اثبات ہوا۔طریق حکمت میں یہ ذکر کرتے ہوئے لاَ اِلٰہ کہتے وقت نفی کی مشق کے واسطے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی چیز بھی موجود نہیں ہے۔طریقہ اس کا یوں ہے کہ تہجد، فجر، مغرب یا عشاء کی نماز کے بعد دُعا سے فارغ ہو کر اسی طرح دو زانو بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر کے چند مرتبہ درود شریف رسول اکرم ﷺ کو یاد کرتے ہوئے پڑھو۔پھر دماغ کو تمام دنیاوی وساوس و خیالات سے پاک کرو۔اس کے بعد ناف کے ایک انگشت نیچے سے لفظ "**لا**" شروع کرو، اس وقت گردن جھک جائے گی، اب گردن اوپر اٹھاتے جاؤ اور "لا" کو کھینچتے ہوئے بالکل سیدھا اوپر کی طرف لاتے جاؤ، یہاں تک کہ گردن تن جائے اور سر کسی قدر اوپر اٹھ جائے۔اس طرح لفظ "لا" کو اُم الدماغ میں ختم کرو۔اب گردن کو دائیں طرف موڑو یہاں تک کہ سر دہنے کندھے کی طرف ڈھلک جائے، اسی کے ساتھ لفظ "اِلٰہ" کہو اور خیال کرو کہ کوئی شے اور کوئی ہستی موجود نہیں ہے۔یعنی دماغ میں کوئی بھی خیال باقی نہ رہے بالکل خالی ہو جائے۔چار پانچ سیکنڈ ٹھہرو اور اگر کوئی خیال باقی ہے تو اس کو نفی کرو، پھر گردن اور سر کو بائیں طرف قلب کی جانب جھکاتے ہوئے جھٹکے اور پوری طاقت سے "الا اللہ" کی ضرب دل پر لگاؤ اور فوراً یہ خیال کرو کہ صرف **اللّٰہ** ہی **اللّٰہ** موجود ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں، یعنی اب دماغ میں صرف اللہ کا خیال باقی رہے۔دل بائیں چھاتی سے دو انگشت نیچے واقع ہے اور اس کی صورت صنوبر کی سی ہے، "الا اللہ" کی ضرب دل کی پشت پر لگانی چاہئے۔یہ ذکر کرتے ہوئے جب تھک جاؤ یا سانس پھول جائے تو "الا اللہ" کے بعد "محمد رسول اللہ" کہہ کر کلمہ پورا کر لیا کرو اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو۔یہ ذکر ایک تسبیح سے لے کر دس تسبیح تک کرنا چاہئے۔جتنی طاقت ہو اور جتنی دیر دل لگے، جب دل اچاٹ ہو جائے تو ذکر بند کر دو۔اگر تسبیح یا انگلیوں پر شمار کرنے

میں دھیان بٹے تو ایک دفعہ گھڑی رکھ کر دیکھ لو کہ ایک تسبیح کتنی دیر میں ہوتی ہے، پھر وقت کے لحاظ سے کرتے رہو۔ بلندی آواز کے لحاظ سے یہ ذکر تین طرح ہو سکتا ہے، بہت بلند آواز سے، صرف اتنی آواز سے جو کمرے سے باہر نہ نکلے اور سوائے تمہارے دوسرا نہ سنے یا پھر بالکل دل ہی دل میں۔ ابتداء میں بلند آواز سے ذکر کرنا بہتر ہے کیونکہ اس طرح آوازیں کانوں میں نہیں آتیں اور دھیان نہیں بٹتا، لیکن اگر کسی ساتھی پڑوسی کے آرام میں خلل آتا ہو تو پھر آہستہ آواز ہی سے کرنا چاہئے۔ یہ ضروری ہے کہ ابتدا میں برس چھ ماہ یہ ذکر ایک وقت اور ایک جگہ مقرر کر کے کیا جائے، اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ ذکر بھی اس طرح نہیں ہوتا تھا بلکہ اصحاب رسول ﷺ چلتے پھرتے ہر وقت دل میں کلمہ پڑھتے رہتے تھے۔ غایت اس ذکر کی یہ ہے کہ قلب جاگ اٹھے، اس میں حرارت اور سوز و گداز پیدا ہو اور نفی اثبات کی مشق سے دماغ آئندہ فنا و بقا کی کیفیات کو محسوس کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

3۔ تلاوت قرآن

بہتر تو یہی ہے کہ تلاوت فجر کی نماز کے بعد کی جائے۔ یہ ممکن نہ ہو تو پھر جب بھی وقت ملے کم از کم پاؤ سیپارے کی تلاوت ضرور کرنی چاہئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ با آواز بلند نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھو اور معنی و مطلب کی طرف مطلق دھیان نہ دو، صرف الفاظ کی ترتیل کا خیال رکھو اور تصور یہ کرو کہ تم جو آواز سن رہے ہو اللہ تعالیٰ کی آواز ہے، وہ خود اپنا کلام پڑھ رہا ہے اور تم سن رہے ہو۔ جب تلاوت ختم ہو جائے تو اسی کو معنی اور مطلب سمجھ کر آہستہ آہستہ پڑھو۔ ایک نوٹ بک پاس رکھو جو مفید مطلب بات نظر آئے، اسے لکھ لو اور اس پر عمل کرو۔

لیکن ہم جو راہ سلوک کے مسافر ہیں ہمیں جیسا کہ عبادات میں کچھ فالتو کرنا پڑتا ہے اس سے کہیں زیادہ اپنے نفس اور اخلاق کا تزکیہ بھی کرنا پڑتا ہے یوں بزرگوں نے عبادات کے بعد ضروری دو شعبے تعلیم کیے ہیں:

1: قطع ماسویٰ اللہ 2: تسلیم ورضا

1) قطع ماسویٰ اللہ کا مطلب جیسا کہ قرآن میں سورۃ مزمل میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً

ترجمہ: ''اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر صرف اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ''۔

یعنی اپنے دل سے اللہ کے سوا ہر چیز کو نفی کر دو نکال دو۔ تفصیل سے مزید سمجھنا ہو تو طریقت تو حیدیہ یا تعمیر ملت پڑھیں۔

2) تسلیم ورضا: یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جو واقعہ اللہ کی طرف سے پیش آئے یا مخلوق کی طرف سے آپ اسے من جانب اللہ سمجھیں اور اس پر دل و جان سے خوش رہیں اور کسی قسم کی تکلیف، نقصان وغیرہ پر کسی قسم کا رنج دکھ محسوس کریں نہ ہی شکوہ کریں۔

تیسری بات تزکیہ اخلاق ہے۔ انسان کی اصل قدر و قیمت اچھے اخلاق کا ہونا ہے۔ بانئ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے **اللہ** کی یاد کے ساتھ ساتھ تزکیہ اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے آپؒ نے اپنی کتاب طریقت تو حیدیہ میں فرمایا:

''اخلاقِ حسنہ پیدا کرنے کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو۔ اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ مجنوں لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ تم کیسے محبّ ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے۔

محبت کے جذبہ میں بہت اعلیٰ جذبات و خصائل پوشیدہ ہیں۔ جب تمہارا دِل محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے وہ سب تمہارے کردار کا جزو بن جاتے ہیں۔ جو دل محبت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہوگا اس سے یہ خصائل نمایاں طور پر ظہور میں آئیں گے:

1۔ اطاعت و فرمانبرداری	2۔ سخاوت و ایثار اور قربانی
3۔ رحم و کرم	4۔ عفو و درگزر اور چشم پوشی
5۔ نرمی اور خوش مزاجی	6۔ حلم و برداشت
7۔ عاجزی و انکساری	8۔ مدد و خدمت

الغرض! یہ اور ان کے علاوہ کئی اور مکارم اخلاق ہیں جو سب کے سب محبت کی وجہ سے انسان کے کردار کا جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔ دنیا کے جتنے بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں ان سب کے اخلاق میں یہی صفات تھیں، جو نمایاں نظر آتی تھیں۔ تم اگر واقعی خدا کے محبوب بندے بننا اور دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے سوائے چارہ نہیں کہ دل میں ایک عالمگیر محبت پیدا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اوپر بیان کئے ہوئے فضائل اخلاق کو بھی نشو و نما دیتے رہو۔ لیکن صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو ورنہ ساری نیکیاں بدیوں میں تبدیل ہو جائیں گی اور تم ولی الرحمٰن بننے کے بجائے ولی الشیطان بن جاؤ گے۔

مخلوق سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی کو حقیر ذلیل نہ سمجھو اور کسی سے نفرت نہ کرو۔ مثلاً کسی شخص کو تم جانتے ہو کہ سخت گناہگار ہے تو اس کے گناہوں کی وجہ سے تم کو اس سے نفرت نہیں کرنی چاہئے بلکہ تم کو اس پر رحم آنا چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہا ہے اور گناہوں سے بچانے میں تم کو اس کی مدد کرنی چاہئے یا ایک شخص سخت غریب و مفلس ہے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے ہیں تو اس سے بھی محبت کرو۔ اس پر رحم کھاؤ اور اس کی غربت کو دور کرنے میں حسب توفیق جو مدد کر سکتے ہو ضرور کرو، یا ایک آدمی بیمار ہے تمام بدن پر زخم ہیں سڑک کنارے پڑا بھیک مانگ رہا ہے

تمام بدن پر مکھیاں بھنک رہی ہیں تو اس سے بھی محبت کرو۔ ہو سکے تو اس کا علاج کراؤ، اس کے لئے مکان کا بندوبست کرو اور جو خدمت ممکن ہو بجالاؤ۔ جو بُرا کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ چھوٹوں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آنا نہ بھولیں۔

صداقت:

سلوک میں صداقت کا درجہ بھی محبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ محبت کی ابتداء میں انسان بے راہ روی اختیار کرسکتا ہے لیکن صداقت ایسے وقت میں اس کے لئے گارڈ اور محافظ کا کام دیتی ہے اور وہ راہ راست سے ہٹنے نہیں پاتا۔ صداقت اور حق دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ مجمل طور پر یہ یاد رکھو کہ جن باتوں کے کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے ان کو کرنا اور جن کو نہ کرنے کا حکم دیا ہے ان کو نہ کرنا، حق ہے۔ لیکن زیادہ آسانی سے سمجھانے کیلئے ہم تھوڑی سی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

تمہارے بدن میں سب سے اوپر سر ہے اور سر میں دماغ ہے، دماغ کا کام سوچنا ہے۔ صداقت کا اقتضا ہے کہ کسی کے متعلق کبھی کوئی بری بات نہ سوچو۔ دماغ کے بعد آنکھیں ہیں، آنکھوں کی سچائی یہ ہے کہ کسی کو بری نظر، لالچ اور غصہ یا تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔ کانوں کی صداقت یہ ہے کہ کبھی کسی کی برائی یا عیب کانوں سے نہ سنو۔ ابوداؤد میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے کانوں تک کسی صحابی کا عیب مت پہنچاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ انتقال کے وقت میں تم میں سے اس طرح جاؤں کہ میرا سینہ تمہاری طرف سے بالکل صاف ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی کا عیب سننا جائز نہیں سمجھتے تھے تم بھی ایسا ہی کرو اور جب کوئی تم سے کسی کا عیب بیان کرنے لگے تو سننے سے انکار کردو۔ کانوں کے بعد زبان ہے، زبان کی صداقت یہ ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولو، کسی کو گالی نہ دو، سخت کلامی سے پیش نہ آؤ، کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، چغلی مت کھاؤ، غیبت نہ کرو، کوئی حرام چیز نہ چکھو اور کسی کا عیب بیان نہ کرو۔ ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

''اگر میرے سامنے دنیا بھر کی نعمتیں رکھ دی جائیں تو بھی میں کسی کا عیب بیان نہیں کروں گا''۔
قرآن کریم میں حکم ہے کہ:

لَایَغۡتَبۡ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا (الحجرات)

یعنی ''کسی کی غیبت نہ کرو''۔غیبت میں کیا ہوتا ہے۔عیب ہی تو بیان کئے جاتے ہیں۔اس لئے تم کسی کا عیب دیکھ بھی لو تو بھی بیان نہ کرو۔زبان کے بعد ہاتھ ہیں، ہاتھوں کی صداقت یہ ہے کہ کسی کو ان ہاتھوں سے نہ مارو۔نہ ان چیزوں کو چھوؤ جن کا چھونا جائز نہیں۔ ہاتھوں کے بعد پاؤں ہیں، پاؤں کی صداقت یہ ہے کہ بری جگہ چل کر نہ جاؤ۔یہ ہے تمہارے بدن کے ہر عضو کی صداقت اور تم کو ان میں سے ہر ایک بات کا خیال رکھنا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔ فقر اور بزرگی حاصل کرلینا کھیل یا مذاق نہیں ہے۔یہ سب کچھ کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا زندہ رہنے کے لئے کھانا پینا۔

غصہ:

اگر غصہ کی نفی نہ کرو گے تو تمہارے دل میں سکون کامل پیدا نہ ہوگا اور جب تک سکون کامل پیدا نہ ہو، ذکرِ خدا کا اثر دل میں مستقل نہیں ہو سکے گا اور جس دل میں ذکرِ خدا کا اثر اور سکون کامل نہ ہو اس میں خدا کا جلوہ ہرگز نظر نہیں آ سکے گا۔پس فقر میں کمال پیدا کرنا ہے تو غصہ بالکل نفی کردو۔خواہ کوئی تم کو مارے، گالیاں دے، نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔تم ہمیشہ اس کا جواب نرمی اور ملائمت سے دو۔

نفرت:

دل پر جو اثر غصہ کا ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ برا اثر نفرت کا ہوتا ہے کیونکہ غصہ تو ایک عارضی جذبہ ہے کچھ دیر رہ کر چلا جاتا ہے۔لیکن نفرت کا اثر دائمی ہوتا ہے۔جو آدمی نفرت کرتا ہے اس کا دل ہمیشہ جلتا رہتا ہے وہ کبھی صحیح فیصلہ نہیں کرسکتا۔نفرت سے بدگمانی اور سوئے ظن بھی

پیدا ہوتا ہے جو اکثر حالات میں گناہ کبیرہ ہے۔گناہ کبیرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست کس طرح بن سکتا ہے اور ایسے دل میں اللہ تعالیٰ کس طرح اپنا جلوہ دکھا سکتا ہے،اس لئے کامیابی چاہتے ہو تو غصہ اور نفرت کو دل سے بالکل نکال دو اور محبت وصداقت اختیار کرو۔

صبر،حلم یا قوت برداشت:

یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ان تینوں کا مطلب یہ ہے کہ تم پر خواہ کتنی ہی مصیبت پڑے کتنی ہی دقتوں اور پریشانیوں کا سامنا ہو، تم ہرگز نہ گھبراؤ۔ہر حال میں تمہارا دماغ ٹھنڈا اور عقل صحیح سلامت رہے اور غصہ ہرگز نہ آنے پائے۔دنیا میں مذہبی اور دنیوی لحاظ سے جتنے بھی بڑے بڑے آدمی گزرے ہیں ان سب میں یہ صفت بدرجہ اولیٰ موجود تھی۔

یاد رکھو! تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اس لئے شامل ہوئے ہو کہ خدا اور خدا کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہو جائے۔تم نیک بن جاؤ، دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کر سکو۔لیکن ان تمام باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں ہو سکتی جب تک تم میں صبر اور قوت برداشت کا مادّہ بدرجہ اولیٰ پیدا نہ ہو جائے۔اس لئے قوت برداشت بدرجہ کمال پیدا کرنے کی کوشش کیا کرو۔

ایفائے عہد:

قوت برداشت کے بعد جو ایک بہت ضروری صفت پیدا کرنی لازم ہے وہ ہے ایفائے وعدہ، یہ اخلاق حسنہ کی الف، بے ہے، ہمیشہ اپنے الفاظ کی پابندی کرو۔جو وعدہ کرو اس کو ضرور پورا کرو۔ایسی بات ہرگز نہ کہو جو تم کر نہ سکو۔جب وعدہ کر لو اس کو ضرور پورا کرو خواہ اس میں تم کو کتنی ہی تکلیف اٹھانی پڑے۔وعدہ کر کے پورا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ وعدہ وفا کیا کرو قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا کہ فلاں وعدہ وفا کیوں نہیں کیا تھا۔

اگر ہم غصہ اور نفرت کو نفی کرنے میں کامیاب ہو گئے اور محبت اور صداقت کو اپنا لیا تو یقین کریں کہ ہم اعلیٰ اخلاق یعنی اخلاق محمدی ﷺ حاصل کرنے کے لیے بنیاد فراہم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ غصہ کے دور کرنے سے ہم میں برداشت پیدا ہو جائے گی، نفرت ختم کرنے سے ہمیں سکون میسر آ جائے گا۔

مومنین کی کچھ اور صفات جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً سورۃ مومنون کی پہلی 11 آیات میں اللہ تعالیٰ مومن کے اوصاف یوں بیان کرتے ہیں:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (1) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (2) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (3) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ (4) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ (5) إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ (6) فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ (7) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (8) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (9) أُوْلَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ (10) الَّذِيْنَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ

ترجمہ: ''بے شک مومن کامیاب ہوئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا اپنی کنیزوں سے جو ان کی ملکیت ہوتی ہیں کہ ان سے مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے نکل جانے والے ہیں اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں یعنی جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ اور اس طرح کی متعدد صفات قرآن کریم میں مومنین کی بیان کی گئی ہیں۔ اگر ہم نے اللہ کے مقربین میں شامل ہونا ہے تو پھر اپنے اندر ایسی ہی صفات کا پیدا کرنا ضروری ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ آپ کو ایسا ہی مومن بنانا چاہتا ہے جو اپنی نجات کا ذریعہ بھی بنے اور مخلوق خدا کی خدمت کے لیے عملی اقدام کرنے کے قابل بھی بنیں۔ مجھے امید ہے ہم سب ان باتوں پر بھرپور توجہ دیں گے اور یوں اللہ کے انعام کے مستحق ہوں گے۔

میرے پیارے بھائیو! میری کوشش ہوتی ہے کہ میں سال میں کم از کم ایک بار آپ سب سے مل سکوں۔ اس طرح ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں بھی اپنا مدعا حتمی طور پر آپ تک پہنچا سکتا ہوں یا نہیں! لیکن مجھے آپ لوگوں کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ خاصی حوصلہ افزاء ہیں مثلاً ماشاء اللہ ہمارے بھائیوں میں بے شمار صفات ہیں خاص طور پر خلوص و محبت، جس کی تعریف کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ باہمی محبت سب بھائیوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ لیکن جس چیز کی کمی ہے اس کو میں نے اپنی آج کی گفتگو میں اعلیٰ اخلاق کی بنیاد قرار دیا ہے۔ یعنی <u>غصہ، نفرت سے نجات</u>۔ اس شعبے میں ہمارے حلقے کے اچھے ترقی یافتہ افراد بھی ابھی قابل اصلاح ہیں۔ آپ کو پتہ ہے بانی سلسلہ ؒ فرماتے ہیں ''کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسے طبقے کی سیر کرائی جہاں فوت شدہ بڑے بڑے بزرگ اکٹھے رکھے ہوئے ہیں اور ان کی اصلاح ہو رہی ہے معلوم ہے کیا اصلاح؟ ان کا غصہ ختم کیا جا رہا ہے کیوں کہ غصہ حضور اقدس ﷺ کے خلق عظیم کے منافی ہے۔ آپ ﷺ تو سراپا جمال تھے۔ اور یہ بزرگ دنیا میں <u>جلالی بزرگ</u> کہلاتے تھے۔ چنانچہ جب تک وہ اپنا غصہ یہاں ختم نہیں کریں گے۔ <u>جنت میں نہیں جا سکیں گے''</u>۔ یہ بات قبلہ ڈار صاحب ؒ نے ''فرمودات فقیر'' میں لکھی ہے۔

بھائیو! بانی سلسلہ ؒ نے طریقت توحیدیہ میں اخلاق کی اصلاح کے لیے جو چند باتیں ہمیں تلقین فرمائی ہیں ان میں غصہ و نفرت کو چھوڑنا اور عالمگیر محبت و صداقت کو اپنانا سر فہرست ہے۔ یہاں تک کہ ہم بھائیوں سے بیعت کے وقت بھی اس کا وعدہ لیتے ہیں اس لیے آپ ؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان چند باتوں پر عمل کر لیا جائے تو انسان کا نوے فیصد اخلاق سنور جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں اخلاق کے باب میں بیان کی گئی ان ہدایات پر عمل کرنا چاہیے تا کہ ہمارا اخلاق

معاشرے کے دیگر افراد سے منفرد اور اخلاقِ محمدیﷺ کا آئینہ دار ہو۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے غصہ / نفرت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہم اس زُعم میں رہیں گے کہ ہم اللہ اللہ کر رہے ہیں لیکن اصل میں اس اللہ اللہ کا، جو غصہ / نفرت کے زیرِ اثر ہو ہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور ہم سے کسی وقت اسی غصہ کے زیرِ اثر ایسی حرکت سرزد ہو جائے گی جس کا نتیجہ بہت خطرناک ہوگا۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ اپنا غصہ بالکل ختم کرنے کی کوشش کریں۔ غصہ ختم کرنے کا طریقہ بانی سلسلہؒ نے لکھ رکھا ہے سب سے پہلے اس کا اعتراف کریں (اعتراف سے ندامت آئے گی اور آپ کو دل سے توبہ کرنا نصیب ہوگا) پھر دو رکعت نمازِ توبہ کی پڑھیں، استغفار کی ایک تسبیح پڑھیں اور پھر رو رو کر اللہ سے معافی مانگیں کہ اللہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ اس وعدہ کے بعد انشاءاللہ آپ کا غصہ جاتا رہے گا۔ اور آپ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائیں گے۔

برادرانِ سلسلہ! جو اور جتنا کچھ آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے ضروری تھا، میں نے عرض کر دیا ہے اور اب اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں دل و جان سے اپنی یاد کرنے کی توفیق دے ہمیں اپنے اخلاق کا تزکیہ کرنے کی توفیق دے اور اپنی مخلوق کی خدمت کرنے کا جذبہ اور توفیق عطا فرمائے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں اور ہمارے ملک کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ ہماری افواج کو جذبہ جہاد سے سرشار فرمائے اور ہمیں ملک کی تعمیر و ترقی اور اس کی بقاء کے لیے ہر وقت تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

آخر میں! میں اللہ کریم کے حضور دُعا گو ہوں کہ وہ اخلاص اور عزم و حوصلہ اور استقلال کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں پر اپنا رحم فرمائے، تمام ممالک اسلامیہ کو آپس میں اتحاد اور اتفاق عطا فرمائے اور کفار و مشرکین کا مقابلہ کرنے کی زیادہ طاقت دے کر ان پر فتحِ کامل عطا فرمائے۔ ہمارے وطنِ عزیز پاکستان کو

داخلی و خارجی استحکام، بقاء، سلامتی، امن اور خوشحالی بخشے۔ اللہ تعالیٰ حلقہ توحیدیہ کے تمام بھائیوں کو دین و دنیا کی دولتوں سے مالا مال کرے۔ اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت کے نور سے ہمارے قلوب کو جگمگا دے۔ ہمیشہ صراط المستقیم پر قائم رکھے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کے صدقے میں یہ ہمت دے کہ ہم اپنی جان، اپنی روح اور اپنے جسم کا ایک ایک ذرہ اپنی ملکیت کا ایک ایک پیسہ اور اپنے خون کا ایک ایک قطرہ اُمت محمد یہ ﷺ کی خدمت اور فلاح و بہبود کے لیے نچھاور کر دیں۔ آمین یا رب العالمین۔

والسلام

خادم الخدام

محمد یعقوب توحیدی

مرکز تعمیر ملت 13 اپریل 2019

کلامِ اقبالؒ (از: بانگِ درا)

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پَر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے
ہوئے مدفونِ دریا ، زیر دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گہر نکلے
غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیاء پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اکسیر گر نکلے
ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے
حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحبِ نظر نکلے
زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے، اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے
یقین افراد کا سرمایۂ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیرِ ملت ہے

سماع

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

سلسلہ توحیدیہ میں سماع سننے کی اجازت ہے خواہ ساز کے ساتھ ہو یا بغیر ساز کے۔ لیکن اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ سماع کو ایک شغل بنالیا جائے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے روزانہ یا ہفتہ وار مقرر کر کے سماع کی محفلیں منعقد کی جائیں اور سماع کو سلسلے کا ایک شغل سمجھ لیا جائے مطلب صرف اتنا ہے کہ اگر کہیں چلتے پھرتے سماع سننے کا اتفاق ہو جائے تو سن سکتے ہو یا خود سال بھر میں ایک دو مرتبہ محفل سماع منعقد کرا سکتے ہو۔عورتوں سے سماع سننے کی اجازت نہیں ہے جبکہ وہ سامنے موجود ہوں۔ہاں ریڈیو اور ٹی وی پر عورتوں سے سماع سن سکتے ہو۔سینما میں بھی سننے کی اجازت ہے۔صرف ایسا سماع سننے اور فلم دیکھنے کی اجازت ہے جو مخرب اخلاق اور فحش نہ ہو۔ گندے قسم کے فلم دیکھنے اور گانے اور گیت وغیرہ سننے کی اجازت نہیں ہے حمد اور نعت اور اولیاء اللہ کی شان میں منقبت بھی بڑے شوق سے سن سکتے ہو۔لیکن اگر کسی بزرگ کی تعریف میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی لحاظ سے بھی برابری یا شرک کا پہلو نکلتا ہو تو ہرگز نہ سنو۔ اگر تم ریڈیو پر سن رہے ہو اور گانے یا قوالی میں کوئی ایسا شعر آجائے جہاں رسول اللہ ﷺ یا کسی بزرگ کی تعریف اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ چڑھ کر کی گئی ہو تو استغفر اللہ کہو اور ریڈیو بند کر دو۔

قوالی کرا سکتے ہو۔لیکن سال میں دو مرتبہ سے زیادہ نہیں۔شرط یہ ہے کہ قوالی کی محفل بند مکان میں کرائی جائے اور وہاں صرف اہل دل حضرات یا دوسرے تعلیم یافتہ مہذب اور صاحبِ اخلاق آدمی شریک ہوں، سرِ راہ عام قوالی کی اجازت نہیں ہے۔قوالوں کو پہلے ہی سے ہدایت کر دی جائے کہ ایسا کوئی شعر ہرگز نہ پڑھیں جس میں رسول اللہ ﷺ یا کسی ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھا دیا گیا ہو یا جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی لحاظ سے بھی شرک کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔اگر قوال باوجود اس کے کوئی چیز گائے تو قوالی بند کروا دو اور اس قوال کو نرمی اور اخلاق کے ساتھ محفل سے چلتا کر دو۔

محفل سماع کے آداب

(مرکز تعمیر ملت)

اچھی اور موزوں آواز سننے سے آدمی کے دل میں جنبش پیدا ہوتی ہے اور بے اختیار دل میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو شوق و اشتیاق کا ذریعہ بنتی ہے۔ سماع اسی چیز کو حرکت میں لاتا ہے جو دل میں ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی محبت اور شوق کو حرکت دینے میں سماع کا بڑا دخل ہے۔

اگر دل میں بُری خواہش ہو، جس سے لذت حاصل ہو، اور شوق اور زیادہ بڑھے جیسے زلف و گیسو، خد و خال اور حسن و جمال کا ذکر ہو اور اس کا دھیان اپنے محبوب کی طرف ہو تو یہ سماع قطعی حرام ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عشق باطل کی آگ کو تیز کرتا ہے۔ جس آگ کا بجھانا واجب ہے اس کا بھڑکانا کیونکر درست ہوگا۔

سماع اُس کیلئے باعث تقویت ہے جس کے دل میں اللہ کی محبت غالب ہو کر عشق کے درجہ میں پہنچ گئی ہو، ہر وہ چیز جو اللہ کی محبت میں اضافے کا سبب ہو اس کا ضرور اجر ملتا ہے۔ صوفیاء کا سماع بھی اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال عشق الٰہی کی آگ بھڑکانے میں سماع کا بڑا اثر ہے۔ سماع کا اثر دل کو صاف کرتا ہے، دِل گرد آلود آئینہ کی مانند ہے سماع اسے گرد سے پاک کرتا ہے۔ روحِ انسانی چونکہ عالم ارواح سے مناسبت رکھتی ہے، سماع اس میں تحرک کا ذریعہ بنتا ہے۔

سماع کے وقت رونے والوں پر مختلف کیفیات طاری ہوتی ہیں کچھ لوگ خوف سے روتے ہیں کچھ شوق و محبت میں اشک باری کرتے ہیں اور کچھ خوشی کے آنسو بہاتے ہیں۔ عوام کا سماع قدرتی جذبہ کا نتیجہ ہے، مریدوں کا سماع شوق اور خوف پر مبنی ہے۔ اہل حقیقت کا سماع کشف و مشاہدہ ہے سماع ایک جماعت کے لئے دوا ہے اور دوسری جماعت کیلئے غذائے روحانی ہے۔ روحانی کیفیت کے بغیر وجد و حال کا دعویٰ کرنا منافقت ہے۔ جو شخص صوفیاء کے سماع اور وجد و حال کا انکار کرتا ہے وہ اپنی تنگ دلی اور کم ظرفی کے سبب ایسا کرتا ہے۔

مشائخ نے سماع کو چند شرائط، قیود اور آداب کے ساتھ اختیار کیا انہوں نے اسے عادت اور معمول نہیں بنا لیا تھا۔تین باتوں کا سماع میں لحاظ ضروری ہے، وقت، مکان اور حاضرین ۔ادب سے بیٹھیں، ہاتھ اور سر کو نہ ہلائیں اور تکلف سے کوئی حرکت نہ کریں ۔اپنا دل اللہ کی طرف متوجہ کر کے رکھیں۔ بلکہ اس بات کے منتظر رہیں کہ قدرت کی طرف سے کیا راز ہمارے دل پر کھلتا ہے اور اپنے آپ پر نظر رکھیں۔(از کیمیاسعادت)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں محفل سماع ایک تعلیم یافتہ اور سنجیدہ ماحول میں ہوتی ہے ۔ حاضرین کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ محفل سماع کو ایک شغل یا میلہ نہ بنائیں بلکہ اس کے پس منظر میں جو روحانی افادیت کی بہترین سوچ اور فکر موجود ہے ،اس کا احساس کریں تا کہ محفل سماع کی مقصدیت کارفرما رہے۔

محفل سماع میں ہر وقت باوضو بیٹھنا چاہیے قوالی کے دوران کسی سے بات نہ ہو۔ ہرلحہ پاس انفاس کرتے رہیں اور دل کی تار شیخ سلسلہ سے ملا کر رکھیں۔ کسی قسم کی مصنوعی حرکات سے گریز کریں محفل سماع کے دوران تصویریں بنانے فلمی کلپ بنانے جیسی حرکات سے گریز کریں۔ قوالی کے دوران سٹیج کے دائیں اور بائیں طرف سے ہی بابا جان کے ساتھ بیٹھے ہوئے بھائیوں سے توجہ لیں۔کوشش کریں کہ سٹیج کے ساتھ ہجوم کا سماں نہ بنے۔قوال حضرات سے فرمائشیں کرنے سے گریز کریں اور نہ ہی انہیں کوئی ہدایات دیں۔

سلسلہ توحیدیہ میں قوالی کے دوران حال کھیلنے، ناچنے، نوٹ نچھاور کرنے اور ایسی حرکات جو کسی بھی فرد کی توجہ تقسیم کریں، ان سے منع فرمایا جاتا ہے۔محفل سماع میں شروع سے آخر تک شریک رہیں یہ احساس کریں کہ اگر بابا جان ساری رات موجود ہیں تو ہم کیوں نہیں!!!!

تصوّف کا مقام واہمیت

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

مقام احسان:

حضور نبی کریم ﷺ کی ایک طویل حدیث جو حدیث جبریل کے نام سے مشہور ہے جس میں صحابہ کی موجودگی میں حضرت جبرائیلؑ انسانی صورت میں تشریف لائے اور حضور ﷺ سے تین سوالات دریافت کرنے کا ذکر ہے۔ وہ سوالات یہ تھے:

(۱)...... ایمان کیا ہے؟

(۲)......اسلام کیا ہے؟

(۳)......احسان کیا ہے؟

جب جبرائیلؑ چلے گئے تو حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ یہ جبرائیل تھے اور آپ کو دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین تین چیزوں پر مشتمل ہے، **ایمان، اسلام اور احسان۔**

احسان کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے جو جواب ارشاد فرمایا۔ وہ یہ تھا کہ "تو اپنے ربّ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یقیناً وہ تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔"

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ارکان ایمان پر بالغیب ایمان لانے اور ارکان اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دین ہی کا جزو ہے کہ اپنے اندر باطنی اور روحانی طور پر وہ صلاحیت پیدا کی جائے، جس سے اللہ کا قرب ولقاء میسر آسکے اور نمازوں میں حضوری نصیب ہو جائے تاکہ وہ "**الصلوٰۃ معراج المومنین**" کی مصداق بن جائیں۔

مرتبہ احسان کا حصول ہی تصوف کا مقصود ہے۔لیکن تصوف کا لفظ قرآن وحدیث میں کہیں نظر نہیں آتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں دوسرے علوم مثلاً صرف ونحو،علم الکلام،فقہ،اسماء الرجال،علم التفسیر،علم الحدیث کی طرح تصوف بھی مدون نہیں ہوا تھا۔ان سارے اسلامی علوم کو بعد کے ادوار ہی میں ترقی ملی اور ان کے جاننے والوں کو شہرت نصیب ہوئی۔اگرچہ حضورﷺ کے سارے صحابہ کرامؓ صوفی تھے۔ان میں فقیہ بھی تھے،محدث بھی اور مفسر بھی لیکن صحابیت کا اعزاز اتنا اعلیٰ وارفع،قابل رشک اور باعث اکرام تھا کہ تصوف کا نام تو نہ تھا لیکن اس کا کام بہر صورت ہو رہا تھا کیونکہ مقام احسان جب دین کا اہم جزو ٹھہرا تو اسے کسی صورت میں بھی نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔اس مرتبہ کے حصول کے لیے قرآن اور احادیث میں جن محاسن کا ذکر آیا ہے ان کا مختصر سا تعارف باعث ترغیب اور وجہ ازدیادِ شوق ہوگا۔

دل بینا اہم:

اہل تصوف کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ اللہ کی ذات کا مشاہدہ ظاہری آنکھوں سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔لیکن کثرت ذکر اور تزکیہ باطن کے ذریعے دل میں ایک آنکھ پیدا ہو جاتی ہے جو ذات باری تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے۔جو لوگ اس زندگی میں اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے وہ آخرت میں بھی اسے حاصل نہ کر سکیں گے۔اس دعوے کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا(بنی اسرائیل:72)

ترجمہ:"جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور(نجات کے)راستے سے بہت دور ہوگا۔"

یعنی جس نے اللہ کو یہاں نہ دیکھا وہ وہاں بھی نہ دیکھ سکے گا۔قرآن پاک میں

یہ تشریح کردی گئی ہے کہ یہ اندھا پن ظاہری آنکھوں کا نہیں ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ

ترجمہ: ''پس بے شک ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔'' (الحج: 46)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کے اندھے پن کی سزا اللہ کے ذکر سے روگردانی کے سبب دی جائے گی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

(طٰہٰ:124)

ترجمہ: ''جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کے لیے تنگی کا جینا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے''۔

اس آیت کریمہ سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ دل کی بینائی کا انحصار اللہ کے ذکر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار جیسی انمول نعمت کے حصول کے لیے دل کی اصلاح تصوف ہی کا موضوع ہے۔ طالبان راہ حق اور عاشقان ذات کے لیے یہی علم امید کی کرن عطا کرتا ہے۔ اسی کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنے سے دل میں وہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا دیدار کر سکے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

نہ ایں عالم حجاب او را نہ آں عالم نقاب او را
اگر تاب نظر داری نگاہے میتواں کردن

یعنی اللہ کے لیے نہ ہی عالم حجاب ہے اور نہ وہ عالم ہی پردہ ہے اگر اپنے اندر

صلاحیت پیدا کر لی جائے تو اسے دیکھنا ممکن ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ذات تک رسائی عقل و خرد اور ظاہری آنکھ کے بس کی بات نہیں، یہ دل ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔

عقل کو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ دنیا میں دل کی بینائی اور اندھا پن مطمئن زندگی اور تنگی کا جینا اللہ کے ذکر کرنے یا نہ کرنے پر منحصر ہے اور قیامت کے دن آنکھوں کی بینائی کے باقی رہنے اور چھن جانے کا دار و مدار بھی اسی پر ہے حضور نبی کریم ﷺ نے دل کی اہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''بلاشبہ جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا دل ہے۔'' (بخاری)

کثرت ذکر:

اس اہم ترین ٹکڑے یعنی دل کی اصلاح کے لیے اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں اعلان فرمادیا۔ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب یعنی خبردار رہو کہ دلوں کا قرار صرف اللہ کے ذکر سے ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد بخاری شریف میں درج ہے کہ ''ہر چیز کی صفائی اور صیقل کے لیے کوئی شے ہوتی ہے اور دل کی صیقل یا پالش اللہ کا ذکر ہے۔''

ذکر کے اہتمام کے لیے اسلام میں سب سے پہلا انتظام تو یہ کیا گیا کہ پانچ وقت کی نماز ہر مسلمان عورت مرد پر فرض کر دی گئی۔ یہ عبادت مقررہ اوقات میں جسمانی طہارت کے ساتھ ظاہری ارکان یعنی رکوع وسجود اور قیام وقعود کی پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور کسی کو کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہو سکتی۔ یہ کم از کم نصاب ہے کیوں کہ فرض نمازوں کے علاوہ راتوں کو قیام کرنے، تلاوت قرآن، نماز تہجد اور نوافل ادا کرنے کی بھی بہت فضیلت آئی ہے۔

اگرچہ قرآنی حکم وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طہٰ:14)

اور میری یاد کے لیے نماز کھڑی کرنے کا مقصد بھی اللہ کا ذکر ہی ہے پھر بھی نمازوں کے علاوہ عام تسبیح وتہلیل اور اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے اور اللہ کے ذکر کی فضیلت قرآن میں ان الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:45)

ترجمہ: ''یعنی اللہ کا ذکر سب سے بڑی بات ہے۔'' ذکر کی تاکید کے لیے قرآن میں متعدد آیات موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہاں درج کی جاتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا☆ (الاحزاب:41)

''اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔''

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء: 103)

ترجمہ: ''جب نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل: 8)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کے نام (یعنی اللہ) کا ذکر کر اور (قلبی طور پر) سب کو چھوڑ کر اسی کا ہو جا''۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور: 37)

ترجمہ: ''مرد وہ ہیں جن کو تجارتی کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے''۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ (الاعراف:205)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر کے ساتھ اونچی آواز نکالے بغیر صبح و شام یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہونا''

اللہ کی طرف سے اس قدر تاکید اور وضاحت کے باوجود اگر ہم صرف پانچ وقت کی نمازوں پر ہی اکتفا کرلیں اور کثرت ذکر کے احکام کو نظر انداز کرلیں تو یہ غفلت قیامت کے روز بڑی محرومی کا باعث بنے گی۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اللہ کے ذکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن ابی موسٰی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربہ مثل الحی والمیت۔ (بخاری، مسلم، بیہقی)

''ابی موسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی ہے اور دوسرا مردہ''۔

ایک اور حدیث شریف میں اللہ کے ذکر کی فضیلت اور ذکر کرنے والوں کی سعادت بیان کی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ھم القوم لایشقی جلیسھم۔ (بخاری و مسلم)

کوئی گروہ جب ذکر کے لیے بیٹھتا ہے تو فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوگا"۔

اللہ کے ان احکامات اور حبیب خدا کے فرمودات سے کثرت ذکر کی اہمیت و فضیلت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔اللہ کے مقرب و مقبول بندوں میں شامل ہونے اور مرتبہ احسان تک پہنچنے کے لیے ذکر دوام کا اہتمام لازمی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی راہ ہے جس میں اللہ کی محبت کو تمام مخلوقات کی محبت پر مقدم رکھنا ہوتا ہے۔اللہ مالک الملک نے قرآن کی سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۱ میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ نے مومنوں سے ان کے مال اور جانیں جنت کے بدلے میں خرید لی ہیں۔" جب جان و مال بک گئے اور ان کی قیمت طے ہو گئی تو ان پر اب اپنا کوئی حق، اختیار یا تصرف باقی نہ رہا۔یہ خریدنے والے کی ملکیت ہمارے پاس بحیثیت امانت ہے ان میں مالک کے حکم کے علاوہ جو تصرف ہم کریں گے وہ ظلم ہوگا۔حقیقی اسلام یہی ہے کہ ہم مکمل خود سپردگی کے ساتھ اللہ کی کامل اطاعت میں داخل ہو جائیں۔اس خیال کو علامہ اقبال نے کس خوبی سے باندھا ہے:

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۶۵ میں مومنین کی ایک خاص خوبی بیان فرمائی۔والذین امنوا اشد حبا للہ یعنی ایمان والے سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں۔اللہ سے شدید محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ کی محبت دوسری تمام محبتوں پر

غالب اور فائق رہے۔ایک مومن کسی بھی حالت میں اپنے خالق و مالک اپنے محبوب و مطلوب اور اپنے معبود اللہ کو فراموش نہ کرے ورنہ محبت خام ٹھہرے گی۔ یہ کیسی محبت اور کس قسم کا پیار ہے کہ کوئی لمحہ ایسا ہو جس میں محبوب کے علاوہ کوئی دوسرا یعنی اس کا ماسوا تو یاد ہو لیکن محبوب کی یاد پس منظر میں چلی جائے یا بالکل ہی محو ہو جائے۔اللہ سے پیار کرنے والوں کے دستور میں ایسی گھڑی کفر کی گھڑی شمار ہوتی ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

من ترک الصلوٰة متعمدا فقد کفر

یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کر دی اس نے کفر کیا۔

نماز بھی اللہ کا ذکر ہی ہے۔جب اس کا ترک کرنا کفر ٹھہرا تو اللہ والوں کے خیال میں غفلت میں گزرنے والا سارا وقت کفر ہی میں شمار ہوتا ہے۔سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کا ایک بہت مشہور پنجابی شعر اس خیال کی بڑی خوبصورت عکاسی کرتا ہے۔

جو دم غافل، سو دم کافر، سانوں مرشد ایہہ سمجھایا ھو
سنیا سخن، گیاں کھل اکھیں، اساں چِت مولا ول لایا ھو
کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ھو
مرن تھیں مر گئے اگے باھو تاں مطلب نوں پایا ھو

(مرشد نے ہمیں یہ بات خوب سمجھا دی کہ جو سانس اللہ کی یاد سے غفلت میں گزر گیا وہ کفر میں گزرا۔ یہ بات سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہم نے ساری توجہ اللہ کی طرف لگا لی۔اپنی جان اللہ کے سپرد کر کے عشق کی راہ پر لگ گئے۔جب اللہ کے احکام کے مقابلے میں اپنی خواہشات سے اس طرح دستبردار ہو گئے تو گویا ہم موت سے پہلے ہی

مردہ ہوگئے ۔تب مقصود حاصل ہوا۔)

جو لوگ اس طرح اللہ کی محبت میں ڈوب کر اس کا ذکر کرتے ہیں ان کے لیے قرآن میں ایسا جانفزا پیغام آیا۔جس سے ان کے بے چین دلوں کو قرار اور پیاسی روحوں کو تسکین ملی ۔اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت کا اعلان سورۃ بقرہ آیت نمبر 152 میں یوں فرمایا
فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"۔سبحان اللہ۔

ایک بندے کے لیے اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ یاد کرے اس کو پیار کا جواب پیار سے ملے ۔وہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اللہ بھی خلوت میں اسے یاد کرے اگر وہ محفل میں اس کا ذکر کرے تو اللہ فرشتوں کی محفل میں اس کا ذکر کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق قائم کرنے کا یقینی ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ علم تصوف کی روح رواں ہی اللہ کو کثرت سے یاد کرنا ہے ۔اس میں پاس انفاس کا طریقہ سکھایا جاتا ہے یعنی جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی اللہ اور جو سانس باہر آئے اس کے ساتھ بھی اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ۔اور جو لوگ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے ہیں ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ سورہ احزاب آیت نمبر 35 میں فرمایا ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر سے غافل ہوجانے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون: 9)

"اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں ہیں۔"

روح کی غذا:

ہر مسلمان اس بات سے آ گاہ ہے کہ انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے جسم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی خوراک اور آ رام وآ رائش کا سارا سامان مٹی ہی سے حاصل کیا جاتا ہے۔لیکن روح ''امر ربّ'' ہے اس لیے اس کا رزق زمین سے حاصل نہیں ہوسکتا۔اس کی غذا ''ذکر ربّ'' ہے۔جس طرح انسانی جسم غذا کے بغیر کمزور اور لاغر ہوجاتا ہے اور اگر طویل عرصے تک غذا سے محروم رہے تو موت سے ہمکنار ہوجاتا ہے اسی طرح روح کا حال ہے وہ بھی اللہ کے ذکر کے بغیر مر جاتی ہے۔سورہ یٰسین کی آیت نمبر 70 میں ارشاد ہوا ہے:

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

یعنی ''ہم نے اپنا رسول اس لیے بھیجا تا کہ اسے تنبیہ کرے جو زندہ ہے اور کافروں پر قول ثابت ہوجائے۔'' اس سے مراد روح کی زندگی ہی ہے۔مطلب یہ ہے کہ جس کی روح میں اللہ کی یاد کی ذرا سی رمق بھی باقی ہے۔وہ ایمان لے آئے تو ایسا ہی ہوگا جیسے ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو دوبارہ تیل کی غذا عطا ہوجائے۔اس کی تصدیق گزشتہ صفحوں میں رقم کی گئی حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والا مثل زندہ کے ہے اور نہ کرنے والا مثل مردہ کے۔اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی حیات یہ ہے کہ جسم اور روح دونوں زندہ ہوں اور کامل ترین نظام حیات وہی ہے جو جسمانی اور مادی ضروریات کی کفالت کے ساتھ ساتھ روحانی تقاضوں کو بھی بطریق احسن پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔صرف مادی زندگی پر فدا ہونے والوں اور روحانی زندگی کی غذا

یعنی اللہ کے ذکر سے کنارہ کشی کرنے والوں کے بارے میں قرآن حکیم میں یہ نازل ہوا:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا (النجم:29)

''یعنی جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو اس سے آپ منہ پھیر لیجیے۔''

جس طرح فرد کی زندگی دل کی زندگی پر منحصر ہے اسی طرح قوموں کی زندگی کا دارومدار بھی روحانیت کے ارتقاء پر ہے کیوں کہ قومیں فرد ہی کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ دلوں کی زندگی کے بارے میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

دل اللہ کے ذکر اور فیضان الٰہی سے زندگی پاتے ہیں۔ جو قومیں صرف دنیوی زندگی کو مانتی ہیں اور آخرت کی قائل نہیں ہوتیں اور صرف مادی جسم کی آسائش اور آرائش ہی ان کا منتہائے مقصود ہوتا ہے ان کا آشیانہ نازک ہوتا ہے اور ان کی قومی زندگی نہایت مختصر ہوتی ہے۔ ایسی تہذیبیں پانی کے بلبلوں کی طرح ابھرتی اور مٹتی رہتی ہیں۔ ان سے کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ کسی پائیدار تمدن کو وجود میں لاسکیں۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

جو قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

جب انسان فیضان سماوی اور وحی الٰہی سے منہ موڑ کر عقل و خرد کو اپنا امام بنالیتا ہے تو وہ مادی آسائش کے لیے ہزار ہا سامان تخلیق کر سکتا ہے وہ اپنی سہولت کے لیے سینکڑوں نئی ایجادات کر سکتا ہے لیکن انسانی زندگی سے جور و جبر اور ظلم و استبداد کا خاتمہ کر کے اسے روحانی انبساط اور کیف و سرور سے آشنا نہیں کر سکتا۔ مادہ پرست معاشرے میں دولت اور سہولتوں کی فراوانی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ کرنے کی بجائے ذہنی پریشانی اور روحانی کرب کا باعث بنتی ہے۔ اس قوم کو رات کی نیند کی خاطر ٹنوں کے حساب سے خواب آور گولیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سوسائٹی میں دل کے امراض، خودکشی، جنسی تشدد، مار دھاڑ اور طلاقوں کی رفتار میں اضافہ بے قابو ہوتا چلا جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

انسان کی فلاح اللہ کی محبت اور وحی کی اتباع میں ہے۔ خدا کے عشق کو اپنا امام اور عقل و خرد کو اپنا غلام بنانے میں ہے۔ اللہ کے ذکر کو اپنانے میں ہے، جس سے روح کو قوت اور ذہن کو جلا ملتی ہے' جو بھی قوم اس دستورِ حیات کو اپنا لے گی وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس طرح آگے بڑھے گی کہ اقوامِ عالم کی قیادت انہی کے قدموں میں ہو گی۔ روح اللہ کے

ذکر کے ذریعے سے براہ راست اللہ کی ذات سے فیضان حاصل کرتی ہے۔قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تمہیں زمین اور آسمان سے رزق پہنچاتا ہے۔ممکن ہے آسمان سے آنے والے رزق سے مراد یہ فیضان الٰہی ہی ہو۔یعنی خاکی جسم کی غذا خاک سے اور روح کی غذا عالم پاک سے آتی ہو۔علامہ اقبال نے بھی آسمانی غذا کے علاوہ ایک دوسرے رزق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

تزکیہ اخلاق اور تصفیہ قلب:

انسان کی اصل حقیقت کا پتہ اس کی شکل وصورت اور ظاہری اخلاق واطوار سے ہرگز نہیں لگایا جاسکتا بلکہ انسان کے دل میں جو جذبات اٹھتے ہیں اور جس قسم کے خیالات اس کے ذہن کو گھیرے رہتے ہیں وہ اس کی حقیقی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں ۔ایک انسان کے ظاہری اقوال وافعال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں ان کی اصلی قدر و قیمت کا تعین اس کی نیت سے کیا جائے گا اس لیے حقیقی اصلاح کا تعلق انسان کے اندر ہی سے ہے۔منافقین کے لیے اللہ نے بڑی سخت سزا کی وعید سنائی ہے حالانکہ وہ نماز کے پابند اور ہر لحاظ سے مسلمان دکھائی دیتے تھے۔کسی بزرگ سے جب پوچھا گیا کہ تقویٰ کی انتہا کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: ''تقویٰ کی انتہا یہ ہے کہ حالت خواب میں بھی گناہ سرزد نہ ہو یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ شعور سے گزر کر لاشعور کی گہرائیوں میں رچ بس جائے ۔اللہ تعالیٰ ظاہری صورتوں کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ دلوں کو نظر میں رکھتا ہے اس لیے

اللہ کے قرب کے حصول کے لیے ظاہری عبادت کی پابندی کے ساتھ نیت کی درستی، نفس کا تزکیہ اور قلب کی صفائی نہایت ضروری ہے تاکہ خشوع وخضوع، عجز وحلم، مخلوق خدا سے محبت، احسان وایثار، عفو و درگزر، صبر وقناعت، رحم وکرم، توکل علی اللہ اور تبتل الی اللہ جیسی خوبیاں پیدا ہو جائیں یہی تزکیہ ہے کہ معائب دور ہو کر محاسن پیدا ہو جائیں۔ سورۃ اعلیٰ آیت نمبر: 14، 15 میں ارشاد ہوا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىo وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىo

ترجمہ: ''وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز ادا کی۔''

تصوف کا بھی یہی مقصود ہے کہ ایمان لانے اور ابدی حقیقتوں کا زبان سے اقرار کر لینے کے بعد قلب ونگاہ کی پاکیزگی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے تاکہ حضوری والی نماز ممکن ہو سکے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ

قلب ونظر کی پاکیزگی کی اہمیت مزید واضح کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضورﷺ کی بعثت اور تزکیہ نفس:

قرآن کریم میں رسول اللہﷺ کی بعثت کا مقصد چند مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس میں آپ کا عظیم منصب تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا اللہ کی آیات کی تلاوت، دوسرا تزکیہ باطن، اور تیسرا کتاب وحکمت کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر 164 ملاحظہ ہو:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُو عَلَیْھِمْ اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ☆

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے احسان فرمایا مومنین پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور اس سے قبل تو وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس کے علاوہ سورۃ البقرہ آیت نمبر 151، اور سورہ جمعہ آیت نمبر 2 میں انہی الفاظ میں حضور نبی کریمﷺ کے منصب رسالت کا ایک اہم فریضہ جس کا ذکر کتاب و حکمت کی تعلیم سے پہلے کیا گیا ہے مومنین کا تزکیہ کرنا ہے۔ یہ مبارک اور عظیم کام روحانی فیض اور توجہ سے کیا گیا۔ حضور کے فیض صحبت ہی کے طفیل صحابہ کرام کا اس طرح تزکیہ ہوا اور وہ ایمان کامل کے اس درجہ تک پہنچ گئے کہ اس مبارک گروہ کو اللہ کی طرف سے خیر الامت کا خطاب اور رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی سند عطا ہوئی۔ جن صحابہ پر حضور کی نظر کیمیاء اثر زیادہ رہی اور وہ طویل عرصہ تک اس نعمت سے مستفید ہوئے انہوں نے اسی لحاظ سے بلند

مراتب پائے اور صحابہ کبار کہلوائے۔اس خیر القرون دور میں ہر وہ خوش بخت صاحب ایمان بھی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوا صحابہ کی صف میں شامل ہو گیا۔ حضور خیر الانام کی ایک نظر اور چند لمحوں کی صحبت نے وہ کام کیا اور ایسا مقام عطا فرما دیا کہ بعد میں آنے والے اس پر صرف رشک کر سکتے ہیں لیکن اسے پا نہیں سکتے۔حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیض سے اہل ایمان کے دلوں کا زنگ دور کر کے اور انہیں پاک و صاف کر کے ان پر اللہ کا رنگ اس طرح چڑھا دیا جو کسی دوسرے طریقہ سے ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ان اوراد و اذکار کا اہتمام نہیں تھا۔جو موجودہ زمانے میں فقیری کے سلسلوں میں کرائے جاتے ہیں۔انہیں اس کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ حضور ﷺ کی صحبت سے اللہ کی محبت کچھ اس طرح دلوں میں گھر کر جاتی تھی کہ وہ اللہ کو بھول ہی نہ سکتے تھے ان کا اٹھنا بیٹھنا اور جینا مرنا اللہ کے لیے ہو جاتا اور ہر قول و فعل اور حرکت میں اللہ کی رضا ہی ان کا مقصود بن جاتی۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (الفتح:29)

انہیں کی شان میں نازل ہوئی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند فرمائے اور ان کی روشن مثالوں سے ہمارے کردار کی ظلمت دور فرمائے۔آمین!

صحبت اولیاء و صلحاء:

حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ اور پھر ان کے تربیت یافتہ تابعین کی صحبت سے تزکیہ باطن اور روحانی فیض رسانی کا کام احسن طریقے سے چلتا رہا۔ان مبارک ہستیوں کے اس کار خیر کو آگے بڑھانے کا کام بعد میں آنے

والے علماء حق نے سنبھالا کیوں کہ وہی انبیاء کے وارث ٹھہرے۔انہوں نے حضور ﷺ کے پورے مشن کو سنبھالا اور اسے کامل صورت میں آگے بڑھایا۔وہ گویا صوفی عالم تھے۔انہوں نے جہاں اللہ کی آیات بیان کیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے کر عقائد، ظاہری عبادات اور معاملات کو درست رکھا وہاں دلوں کا تصفیہ اور اخلاق کا تزکیہ کرنے کی مبارک سنت کا کام بھی جاری رکھا۔انہوں نے شریعت وطریقت، فقہ وفقر اور علم وعرفان میں تفریق پیدا نہیں کی بلکہ ایمان کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کو لازم وملزوم جانا اور اس کی تعلیم دی اور تربیت بھی کی۔ بعد کے ادوار میں جب آہستہ آہستہ صفائے باطن کو ترک کر کے صرف ظواہر کی پابندی ہی کو مقصود بنالیا گیا۔ جب اذانوں سے روح نکال لی گئی۔ جب یہ فلسفہ رہ گیا اور تلقین غزالی نہ رہی ۔جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کی آگ بجھ گئی تو مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ جسے زمانے کی ہوائیں جدھر چاہتی ہیں اڑاتی پھرتی ہیں۔ اب بقول علامہ محمد اقبالؒ حال یہ ہے:

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا ملا، گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

اس دور میں بھی اگر چہ اسلام کا ظاہری ڈھانچہ اپنی اصلی صورت میں قائم ہے۔ **الحمد للہ !** مسجدیں آباد ہیں۔ماہِ رمضان تو دین کی بہار کا موسم ہوتا ہے اور حج کے امیدواروں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ حکومتیں سنبھال نہیں سکتیں۔ باوجود ازیں

مسلمانوں کی جو حالت ہے اور اقوام عالم میں جو حیثیت ہے وہ عیاں ہے۔ وجہ صرف ایک ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کا فقدان اور دنیا کی محبت کا غلبہ۔ مسلمانوں کی اس حالت پر علامہ اقبالؒ مرثیہ خواں ہیں:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

جس طرح صحابیت کے شرف کا مدار حضور نبی کریم ﷺ کے دیدار پر تھا اسی طرح روحانی فیض حاصل کرنے اور عشق کی آگ روشن کرنے کے لیے کسی استاد معلم یا مرشد سے بالمشافہ ملاقات ہونا اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں بسر کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے طالبوں اور راہ محبت کے سالکوں کے لیے کسی مرد کامل کی صحبت، اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ مولانا روم کے اس مشہور شعر سے ہر کوئی واقف ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی اولیاء اللہ کی مجالس میں بسر کیا جانے والا تھوڑا سا زمانہ باطن میں وہ انقلاب برپا کر دیتا ہے جو اپنے طور پر ادا کی جانے والی برسوں کی عبادت سے ممکن نہیں۔

اولیاء اللہ جس قوت سے باطن کا تزکیہ کرتے ہیں وہ حضور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کی امانت ہے اور سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ اسے جذب کی قوت بھی کہا جاتا ہے۔ جب تک جذب کی چنگاری کسی اللہ والے کے سینے سے عطا نہ ہو اللہ کی محبت کی آگ سلگ نہیں سکتی۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

؎ کیہ ہویا جے راتیں جاگیں جے مرشد جاگ نہ لائی ھو

یعنی مرشد اور راہبر کے فیض کے بغیر تجھے راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا بھی فائدہ نہیں دے گا۔ اگرچہ گھی دودھ کے اندر ہی پوشیدہ ہے لیکن دودھ میں مدھانی چلا کر براہ راست اسے حاصل کرنے کی کوشش رائیگاں جائے گی۔ درست طریق کار یہی ہے کہ کوئی جاننے والا پہلے اسے دہی کی جاگ لگائے جو سارے دودھ کی ماہیت بدل کر اسے دہی میں تبدیل کر دے۔ اس کے بعد مجاہدے کی مدھانی چلائے تو مقصود ہاتھ آ سکے گا۔ ایک چراغ جو صحیح و سالم ہو لیکن وہ خود بخود روشن نہیں ہو سکتا جب تک اسے کسی ''**روشن چراغ**'' سے ملایا نہ جائے۔ اسی طرح ایک عام لوہے کے ٹکڑے میں مقناطیسیت پیدا کرنے کے لیے دوسرے مقناطیس کا توسل اور قرب لازمی ہے جو اس کے باطن میں غیر مرئی تبدیلی کر کے اسے بھی مقناطیس بنا دے۔ اسی طرح نفوسِ قدسیہ کی صحبت اور توجہ دوسرے نفوس میں جو روحانی قوت پیدا کرتی ہے وہ ایک عجیب و غریب اور حیران کن حقیقت ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس جذب کی قوت کا ذکر اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اک شرع مسلمانی اک جذب مسلمانی
ہے جذب مسلمانی سر فلک الافلاک
اے رہرو فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہ عمل پیدا نے شاخ یقین نمناک

اس قوت جذب کے کھو جانے ہی سے اللہ پر ایمان کمزور پڑ گیا۔ سینوں میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے عشق کی آگ سرد پڑ گئی۔ نہ مومن رہا نہ مومن کی وہ نگاہ رہی جس سے سینوں کے اندر دھڑکنے والے دل لرز جاتے تھے اور جو دوسروں کی تقدیر بدل کر رکھ دیتی تھی۔ وہ مومن جو کبھی خود تقدیر یزداں اور اللہ کا ہاتھ تھا غیروں کے ہاتھ میں ان کا آلہ کار بن گیا اور وہی اس کی قسمت کے فیصلے کرنے لگے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جس قوم کے ارادوں سے فطرت کے مقاصد کا پتہ چلتا تھا وہ آہستہ آہستہ بے عمل ہوتی چلی گئی اور سو گئی بلکہ مردہ ہو گئی اور اسلام صرف کتاب اللہ میں باقی رہ گیا۔ جب زوال آیا تو زندگی کا ہر پہلو اس سے متاثر ہوا۔ مسلمان ہر شعبے میں پیچھے رہ گئے اور دوسری قومیں جنہوں نے علم کی روشنی مسلمانوں سے حاصل کی اور اسلامی زندگی کے حیات بخش اصولوں کو اپنا لیا وہ فطرت کی طاقتوں کو مسخر کر کے مسرت و شادمانی کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور اقوام عالم کی سیادت و قیادت انہی کے ہاتھ میں ہے اور جس قوم کے پر اسرار غازی ذوق خدائی کے

حامل تھے آج ان کے ہاتھ میں کشکول گدائی ہے۔حکیم الامت کی تشخیص ملاحظہ ہو:

مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشان سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

اس جذب اندروں کے حصول کے لیے کسی مردِ درویش سے تعلق پیدا کرنا لازمی ہے تا کہ دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کی آگ بھڑک اُٹھے جو مال و دولت کی محبت کے بت اور متاع غرور کے خس و خاشاک کو جلا کر راکھ کر دے۔ ہر مسلمان کا تعلق حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے کثرت ذکر کے ذریعے اللہ کے ساتھ مستحکم ہو جائے اور حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے مشن کو دنیا میں پھیلانے اور انسانیت کو ہر نوع کی غلامی اور استحصال سے نجات دلا کر امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کی تمنا سینوں میں بیدار ہو جائے۔

ذکرِ الٰہی کے آداب

(مرکزِتعمیرِ ملت)

تمام عبادات کا اصل مقصد یادِ الٰہی ہے۔ جو عبادت یادِ الٰہی سے خالی ہو اس کا اجر نہیں۔ اللہ کا ذکر ایک باطنی زندگی کی غذا ہے۔ اللہ کا ذکر اگرچہ تھوڑا کیا جائے مگر شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ پر، اللہ کی محبت و عظمت اور کیفیت یعنی ماسوئی اللہ کے خیالات کو دل سے دُور کر کے، ساری دنیا سے توجہ ہٹا کر، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر، خشوع و خضوع ، بڑے دھیان اور دُھن سے، مناسب آواز میں ذکر کیا جائے۔ کیونکہ روحانی ترقی کا مدار ذکر سے پیدا ہونے والی کیفیات اور احوال پر ہے۔ **ذکر** اس نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو۔ ضعف ایمان کے علاج میں انتہائی اہمیت کا حامل طریقہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ ذکر کو شیطان سے حفاظت کیلئے قلعہ قرار دیا گیا ہے یہ شیطان کو بھگانے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ہے دلوں کی صفائی کرتا ہے اور اعمال صالحہ کی روح ہے اور اس سے معرفت کے دروازے کھلتے ہیں، دل غفلت کے ساتھ سخت ہوتے ہیں۔ اللہ کا ذکر دلوں کی سختی کو پگھلا کر نرم کر دیتا ہے۔

آداب: خادمان کو چاہئے کہ وہ مندرجہ ذیل ہدایات پر ضرور عمل کروائیں۔

ا) بھائیوں کو چاہیے کہ نماز اور ذکر کے وقت سر ڈھانپنے کا اہتمام کریں۔ بابا جان ڈار صاحبؒ اس بات کی بہت تاکید کرتے تھے۔

۲) بعض بھائی بغیر کسی عذر کے دوزانو بیٹھ کر ذکر نہیں کرتے یا تھوڑی دیر بعد چارزانو بیٹھ جاتے ہیں اور اسی طرح بیٹھے رہتے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے۔اگر تکلیف یا تھکاوٹ ہوگئی ہے تو کچھ آرام مل جانے کے بعد دوبارہ دوزانو بیٹھنا چاہئے۔

۳) حلقہ ذکر میں ہماری آواز بہت پست یا بہت اونچی ہوتی ہے، یا ذکر کرانے والے کی آواز کا لحاظ نہیں ہوتا، بھائیوں کو ذکر کرانے والے کی آواز سے پست آواز میں ذکر کرنا چاہئے۔

۴) موجودہ دور میں موبائل کا استعمال ذکر کے دوران بھی جاری رہتا ہے جو مناسب نہیں۔موبائل نہ صرف سکوت (Silent) پر رہے بلکہ زیادہ بہتر ہے کہ بند ہو، تا کہ ذکر کی کیفیت کو متاثر نہ کرے۔

درود شریف:

درود شریف میں اکثر جگہ لفظ 'سَیّدِنا' میں 'ی' کے نیچے 'زیر' ہے جبکہ اسے 'زبر' کے تلفظ سے پڑھا جاتا ہے۔اصلاح طلب امر ہے۔

❁ ذکر کے دوران اور ختم شریف میں درود شریف 'وسلم' پر ختم ہوتا ہے اور اسے اسی پر ہی ختم کرنا چاہئے۔بعض بھائی لفظ 'وسلم' کے بعد 'وصلوا علیہ' کا اضافہ کرتے ہیں۔ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

❁ حلقہ ذکر میں ایک ذکر ختم ہونے پر 'سبحان اللّٰہ' کہا جاتا ہے۔ایک سے زیادہ دفعہ بھی کہنا ہوتو صرف 'سبحان اللّٰہ' ہی کہنا ہے۔بعض بھائی 'سبحان اللّٰہ' کے ساتھ 'سبحان اللّٰہ العظیم' یا 'سبحان اللّٰہ وبِحَمْدِہٖ' کہتے ہیں۔یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

طریقت توحیدیہ کے مطابق 'سبحان اللّٰہ' صرف ذکر کرانے والے کو ہی کہنا ہے تا کہ سب مطلع ہو جائیں کہ ایک ذکر ختم کر کے دوسرا ذکر شروع کیا جا رہا ہے۔ ذکر میں شامل اور کوئی بھائی یہ 'سبحان اللّٰہ' نہیں کہے گا۔

ﷺ ذکر کرانے والے بھائی یا خادم حلقہ کی طرف سے ذکر کے دوران ہدایات کا جاری رہنا نوٹ کیا گیا ہے جو کسی طرح مناسب نہیں۔

''اب ذکر نفی اثبات ہوگا، سب بھائی آواز سے آواز ملا کر یہ ذکر کریں گے۔

'میں دو مرتبہ ذکر کروں گا، اس کے بعد سب بھائی آواز سے آواز ملا کر ذکر کریں گے''۔

اسی طرح توجہ کے وقت ہدایت سننے کو ملتی ہے کہ 'آپ یہ خیال کریں کہ ۔۔۔'

اس کے بعد توجہ لی جا رہی ہوتی ہے۔

یہ اور ان جیسی دیگر کئی ہدایات ہیں ان کی ذکر کے دوران گنجائش نہیں ہے۔ اگر کسی قسم کی ہدایات کی ضرورت ہے تو ذکر شروع کرنے سے پہلے ہی دے دی جائیں، درمیان میں بالکل نہیں۔ ذکر کو بغیر کسی قسم کی ذاتی مداخلت کیے پورے تسلسل سے مروجہ طریقہ پر ہی جاری رکھا جائے۔

ذکر نفی اثبات میں بہت سی باتیں توجہ طلب ہیں۔ یہ 'نفی اثبات' کا ذکر ہے، کلمہ طیبہ کا یا 'لا الٰہ الا اللّٰہ' کا ذکر نہیں ہے۔ ہر مرتبہ جب 'لا الٰہ' کہا جائے تو ساتھ ساتھ نفی بھی کرنی ہے، جب 'الا اللّٰہ' کہا جائے تو ساتھ اثبات بھی کرنا ہے۔ ہر مرتبہ 'نفی اثبات' ہونا ہے۔ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ طریقہ کار پر کماحقہٗ عمل کرنا ہے۔ اگرچہ اس ذکر کی تعداد طریقت توحیدیہ میں لکھی ہوئی ہے کہ اتنی دفعہ کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کرنا ہے لیکن

اس کے باوجود اصل فائدہ ذکر نفی اثبات میں تعداد کے پورا ہونے کی نسبت اس ذکر کو اس کے معیار کی بنیاد پر ہوتا ہے۔معیار کا خیال رکھنا چاہیے۔بعض حلقہ جات سے بھائیوں کے ذکر نفی اثبات سے اندازہ ہوا ہے کہ وہ اثبات کے وقت ایک کی بجائے دو ضربیں لگاتے ہیں جبکہ اثبات کرتے وقت ایک ہی ضرب قلب پر لگانی ہے۔یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ بعض حلقہ جات میں بھائی اثبات کرتے ہیں تو لفظ 'اللہ' کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ اس کا خاتمہ 'پیش' کی بجائے لفظ 'ھُـــــو' پر ہوتا ہے۔ان دونوں میں کئی طرح فرق ہے۔درست طریقہ میں خاتمہ پیش پر ہوتا ہے نہ کہ لفظ 'ھُو' پر۔عملی طور پر فرق واضح ہونے کی ضرورت ہے۔

- مختصر ترین ذکر 'نفی اثبات' کا تصور واضح رہنا چاہیے۔مختصر ترین انفرادی ذکر اور مختصر ترین اجتماعی ذکر میں فرق ہے۔انفرادی طور پر مختصر ترین ذکر میں تعوذ و تسمیہ کے بعد تین مرتبہ درود شریف، ایک تسبیح ذکر نفی اثبات، تین مرتبہ درود شریف، شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ، توجہ، ختم شریف، اور دعا ہے۔دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض بھائی انفرادی مختصر ترین ذکر میں شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ اور ختم شریف بھی چھوڑ دیتے ہیں جو درست نہیں ہے۔
- اجتماعی حلقہ ذکر میں کم از کم ایک سو مرتبہ ذکر نفی اثبات کرنا ہے۔اس میں ہر پچیس یا تیس مرتبہ کر کے کلمہ پورا کرنا ہے اور دوبارہ شروع کرنا ہے اسی طرح تعداد مکمل کرنی ہے۔اجتماعی مختصر ترین ذکر میں مَالِکَ المُلکِ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَحدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُــو کم از کم پانچ مرتبہ ضرور پڑھنا ہے۔اس کے بارے میں ایسا نہیں ہے کہ وقت ہو تو پڑھیں بلکہ یہ لازمی پڑھنا ہے۔اس کے بعد کم از کم پانچ مرتبہ **بلغ العلی بکمالہ** والی رباعی

پڑھنی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے پڑھنا ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ وقت ہو تو پڑھیں وقت نہ ہو تو نہ پڑھیں۔ مختصر ترین اجتماعی ذکر میں اس کے بعد شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ سب نے مل کر پڑھنا ہے۔ اگر کئی آدمیوں کو شجرہ یاد نہ ہو تو پھر ذکر کرانے والا شجرہ پڑھے۔ باقی جو چیزیں جیسے خودی کا سرِ نہاں یا دیگر ہیں تو ان کے بارے میں ہے کہ اگر وقت ہو تو شجرہ سے پہلے پڑھیں، ان کے لئے وقت نہ ہو تو یہ نہ پڑھیں۔

- شجرہ کے بعد پانچ منٹ تک توجہ کا لکھا ہوا ہے۔ توجہ کا یہ دورانیہ کم ہوتے ہوتے بعض جگہوں پر صرف آدھا منٹ رہ گیا ہے، خادمان کو اس حکم پر عمل پیرا ہونے کی سخت ضرورت ہے۔

- اجتماعی ذکر میں ختم شریف میں کم از کم پانچ پانچ مرتبہ اوّل آخر درود شریف پڑھنا ہے۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض حلقہ جات میں صرف تین تین مرتبہ اوّل آخر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ طریقت توحیدیہ میں پانچ پانچ دفعہ پڑھنے کے لیے کہا گیا ہے۔ خادمان حلقہ کو چاہیے کہ وہ ہفتہ وار حلقہ ذکر میں ہر پیر بھائی کو ختم شریف پڑھنے کا موقع دیں۔

- کچھ حلقہ جات میں بعض دفعہ توجہ کے لئے ذکر کرانے والا صرف لفظ 'توجہ' کہتا ہے اور توجہ لینا شروع کر دی جاتی ہے۔ یہاں شیخ سلسلہ کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ نام لے کر توجہ کا کہا جائے۔

- یہ نوٹ کیا گیا ہے کہ مَالِکُ المُلکِ لَا شَرِیکَ لَهٗ وَحدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُو پڑھتے وقت کچھ بھائی ضرب قلب پر لگاتے ہیں، ایسا نہیں کرنا بلکہ اسے لمبا کر کے پڑھنا ہے۔

﴿ ذکر میں ختم شریف کے بعد ایصال ثواب اس طرح کرنا ہے کہ اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کو پہنچا کر حضور ﷺ کے توسط سے حضور ﷺ کے تمام اصحاب کبار، ائمہ بتار، ازواج مطہرات اور تمام آل اطہار کی ارواح کو پہنچا کر تمام بزرگان قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور سلسلہ توحیدیہ کے فوت شدہ بزرگان کی ارواح کو پہنچا کر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ، رسالدار محمد حنیف خان صاحبؒ اور صاحبزادہ عبدالہادی انصاریؒ کی ارواح کو بخشا ہے۔

﴿ انفرادی ذکر کرتے ہوئے ایک تسبیح سے دس تسبیح تک جتنا دل چاہے ذکر نفی اثبات کرنا ہے جبکہ اجتماعی ذکر میں یہ حکم ایک سے پانچ تسبیح تک کا ہے۔

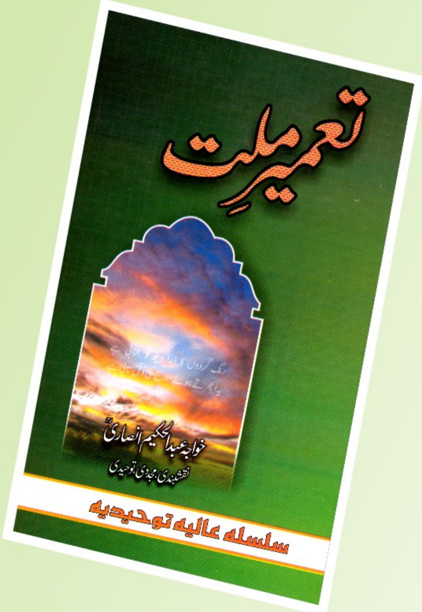
﴿ ہم نے سلسلہ توحیدیہ میں ذکر سے مراد صرف ذکر پاس انفاس اور ذکر نفی اثبات لے لیا ہے جبکہ سلسلہ توحیدیہ میں رائج ذکر میں نماز فرض، نوافل، اور تلاوت قرآن کریم بھی خاص طریقے سے شامل ہیں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

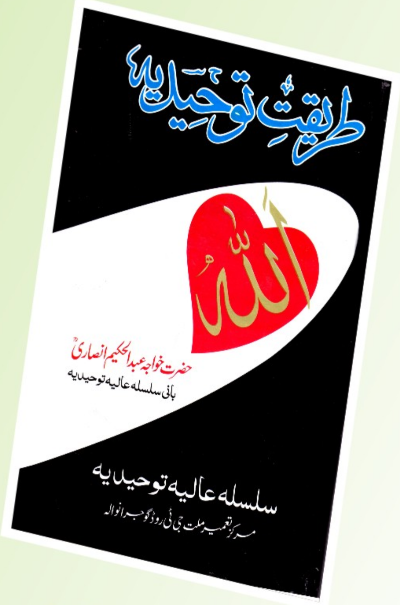
”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ مومنوں کو آپس میں رحم کرنے، شفقت اور محبت کرنے میں ایسا پائیں گے جیسا کہ ایک بدن ہو، جب اس کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورے جسم کے سارے اعضاء بے خوابی، بے تابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“

(متفق علیہ)

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com